برصغیر میں اردو سیرت نگاری کا عقلی منہج ایک تحقیقی جائزہ

Critical Analysis of Urdu Sirah Writing in perspective of Rational Approach within Subcontinent

محمد اشرف*

پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی**

ABSTRACT:

Sirah writing is such a marvelous and comprehensive subject upon which a number of writers have worked. In sub-continent (Indo-Pak) a large number of scholars served hard for the evaluation and presentation of Islam. As it is obvious that western powers have ruled this region for almost one hundred years, so their civilization and thoughts have left profound impact upon the natives.

Some intellectuals among Muslims were deeply impressed by western thoughts and they tried to co-relate the both school of thoughts. Such scholars strived to adjudge Sirah on western parameters of rationalism. They would deny the incidents which have no rationale. They started to argue in such a way that was contrary to the predecessor Sirah writers. The founding fathers of this traditions were Sir Syed Ahmed Khan and Molvi Chiragh Ali. Regarding the polygamy, and miracles of the Holy Prophet (PBUH). They presented such logics which were basically influenced by the western philosophy. This tendency continued gradually until Professor Muhammad Ajmal Khan, Ghulam Ahmad Pervez and Jaffer Shah Phulwarvi. So in Sub-continent a new diction of Sirah writing emerged which based upon purely on self-made rationalism instead of following the traditional method of Sirah writing.

Key words: Sirah writing, rationalism, self-made principles.

اسلام میں عقل کو استعمال کرنے، اس پر اعتماد کرنے اور اس کو نشو ونما دینے کی بڑی ترغیب ملتی ہے۔ ایک مسلمان مجرد عقل پر بے جا اعتماد کرنے کی بجائے اپنے افکار کو قرآن و سنت کے تابع کرنے کا پابند ہے۔ وہ اپنے خیالات کو اس حد تک آزاد نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے خالق اور اس کی ہدایات پر بھی اعتراضات کرنا شروع کر دے فہم و فراست سے کام لینے کی بہ تکرار تاکید کے باوجود انسان محض اپنی عقل کی بناپر زندگی کی تمام الجھی ہوئی گتھیاں نہیں سلجھا سکتا۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے وحی کی روشنی کی بھی ضرورت ہے۔ وحی کا نزول انبیاء پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کی سنت یہی ہے۔ چنانچہ انسان کو ایسے رہبر ورہنما کی ضرورت بہر حال ہوتی ہے۔ جس کی ذات

*Research Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauldin Zikriya University, Multan. Email: ashrafbzu6@gmail.com

**Professor, Department of Islamic Studies, Bahauldin Zikriya University, Multan.

مہبطِ وحی ہو، جو براہ راست رب کریم سے فیضان واکتساب ہدایت کرے، اور پھر اس ہدایت کو من و عن انسانوں تک پہنچائے۔ انبیاء کرام وحی کے اکتساب کے ساتھ ساتھ عقل و خرد کے بھی کامل ترین درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ انسانی رُشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے۔ جو لوگوں تک اللہ تعالیٰ کی مرضیات و نامرضیات کا علم پہنچاتے ہیں اور انھیں کی اتباع و پیروی انسان کی دنیاوی فوز و فلاح اور اُخروی نجات و کامرانی کی ضامن ہے۔ مگر تاریخ میں ایسے لوگوں کے حالات و واقعات بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے وحی کی تعلیمات کے بجائے اپنی عقل و فہم اور اپنے خود ساختہ افکار کو اولیت دی۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں عقل پرستوں کا ایک ایسا گروہ وجود میں آیا جو شریعت اور سنت نبوی کی من مانی تاویلات کرتے یہ لوگ خارجی کہلائے چنانچہ معین الدین ندوی خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''خارجیوں کا عقیدہ تھا کہ معاملات دین میں سرے سے حکم مقرر کرنا کفر ہے۔ ان دونوں حکم (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ) نے جس طریقہ پر فیصلہ کیا ہے اس کے لحاظ سے وہ خود اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہیں اور اس عقیدے سے جس کو اتفاق نہ ہو اس کا خون مباح ہے۔ اور خارجیوں کا یہ نعرہ تھا کہ ''لا حکم الا للہ''[1]۔

برصغیر پاک و ہند پر بھی اس بے جا عقل پرستی کے اثرات مرتب ہوئے جیسا کہ اکبر کے دربار میں یہ رائے عام تھی کہ ملت اسلامیہ جاہل بدوؤں میں پیدا ہوئی تھی یہ کسی مہذب و شائستہ قوم کے لیے موزوں نہیں تھی نبوت، وحی، حشر و نشر، دوزخ، جنت ہر چیز کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ قرآن کا کلام الٰہی ہونا مشتبہ، وحی کا نزول عقلا مستبعد مرنے کے بعد ثواب و عذاب غیر یقینی، معراج کو علانیہ محال قرار دیا جاتا، ذات نبویؐ پر اعتراضات کیے جاتے۔ خصوصاً آپ کی ازواج کی تعداد پر، آپؐ کے غزوات و سرایا پر کھلم کھلا حرف گیریاں کی جاتیں۔ یہاں تک کہ لفظ محمد اور احمد سے بھی بے زاری ہو گئی اور جن کے ناموں میں یہ لفظ شامل تھا ان کے نام بدلے جانے لگے۔

سر سید احمد خان:

سر سید احمد خان مغربی تہذیب، اس کی مادی بنیادوں کی تقلید اور جدید علوم کو اس کے عیوب و نقائص کے ساتھ اور بغیر کسی تنقید و ترمیم کے اختیار کر لینے کے داعی تھے۔ عقل پرستوں میں سر سید احمد خاں کی شخصیت نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ صادق حسین طارق سر سید احمد کے متعلق لکھتے ہیں: ''آپ چونکہ عقل کے پرستار تھے، ارسطو، ابن رشد، اور معتزلیوں کے مقلّد ہیں۔ لہٰذا ہر معاملہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں وہ نہ صرف معجزات، فرشتوں، جنات اور حضرت عیسیٰؑ کے کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہونے سے انکار کرنے پر مجبور ہوئے بلکہ روز حشر میں کھڑا ہونے، یوم قیامت کے قیام، دوزخ اور جنت کے بارے میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ان کو لفظی طور پر نہ مانا جائے بلکہ یہ تو محض قرآنی تمثیلات ہیں''۔[2]

مولوی چراغ علی:

سر سید احمد خان کے ہم خیال مولوی چراغ علی نے سیرت طیبہ کے بعض واقعات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی مذموم جسارت کی ہے۔ مولوی چراغ علی پر بھی عقل پرستی کا غلبہ تھا کیونکہ وہ سر سید احمد کے افکار کے نہ صرف حامی تھے بلکہ ایک خاص حد تک

ان کے پیرو بھی تھے۔ چنانچہ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے مولوی چراغ علی کہتے ہیں کہ :''محمد ﷺ نے نہ کوئی ضابطہ قانونی، سماجی یا دینی مرتب کیا ہے اور نہ مسلمانوں کو ایسا کرنے کا کوئی حکم دیا ہے۔ انہوں نے شریعت کا ضابطہ قانون بنانے کا عمل لوگوں پر چھوڑ دیا تھا اور ایسا نظام قائم کرنے کی اجازت دی تھی جو ان کے گرد و پیش ہونے والی، سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں سے وقت کے تقاضے کے مطابق ہم آہنگی پیدا کر سکے کیونکہ کلاسیکل اسلامی قانون بنیادی طور پر شریعت نہیں ہے بلکہ وہ عام رواجی قانون ہے اور اس کے اندر زمانہ جاہلیت کے عربی اداروں کے باقی ماندہ عناصر شامل ہیں یا وہ زبانی احادیث ہیں جو پیغمبر اسلام سے منسوب کر دی گئی ہیں جن میں اکثر جعلی ہیں''[3]۔ معجزات نبوی ﷺ کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ ساری حق پر مبنی نہیں ہیں۔[4]

مولوی چراغ علی بھی مغربی طرز فکر اور ان کی تہذیب و تمدن سے اتنے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں جتنے سر سید احمد خان تھے کیونکہ انہوں نے بھی سیرت کے واقعات کو عقل کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں عقل سلیم کے استعمال پر زور دیا ہے۔ مگر عقل کی پرواز کو آزاد نہیں چھوڑا کہ جس سمت چاہے چلے بلکہ اس کو دین اسلام کی نصوص کا پابند بنایا ہے کیونکہ اگر عقل سلیم دین اسلام کی عطا کردہ حدود و قیود میں رہ کر کام کرے تو انسانیت کی رہنمائی بھی صحیح رخ پر ہو گی۔ وگرنہ یہی عقل و شعور شتر بے مہار ہو کر گمراہی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

پروفیسر محمد اجمل خان:

آپ مولانا ابوالکلام آزاد کے پرسنل سیکرٹری رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے خیالات و فکر کی بھی آپ پر ایک جھلک سی نظر آتی ہے۔ مگر اس سے کہیں زیادہ مغربی دانشور اور فلاسفر لوگوں کے خیالات و نظریات نے آپ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا آپ نے رسول اکرم ﷺ کی سیرت پر "سیرت قرآنیہ سیدنا رسول عربی ﷺ" لکھی ہے محمد اجمل خان نے بھی ترتیب نزول قرآن کے تناظر میں سیرت رسول مرتب کی۔ وہ خود عقلی اور فلسفیانہ سوچ کے حامل تھے اس لیے انہوں نے اس تصنیف میں اپنے مخصوص فکری پس منظر سے مجبور ہو کر بعض ایسے تفردات بھی پیش کیے ہیں۔ جن سے جمہور سیرت نگاروں کو اتفاق نہیں۔ سیرت طیبہ کے درج ذیل واقعات کے مطالعہ سے محمد اجمل خان کی سیرت نگاری میں عقلی منہج اور رجحان واضح ہوتا ہے۔ چند نکات درج ذیل ہیں۔

رسول عربی کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں سے شرف و بزرگی عطا فرمائی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ۔[5]

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو احسن انداز میں پیدا فرمایا۔

اور انسان کی رہنمائی اور رہبری کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کا پیغام اور اُن کا اپنا وجود و جسم سچائی کی دلیل ہے۔ لیکن اتمام حجت کے لیے اُن سے کچھ ایسے واقعات بہ اِذن الٰہی وقوع پذیر ہوتے ہیں جو عام حالات میں انسان کی سمجھ

سے بالاتر ہوتے ہیں اور ان واقعات کی توجیہہ کرنے سے انسانی عقل اپنے آپ کو عاجز اور بے بس پاتی ہے ان واقعات کو معجزات کہتے ہیں محمد اجمل خان معجزہ رسول اکرم ﷺ کے متعلق اپنی خود ساختہ عقلی توجیہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ:" رسول عربی ﷺ کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا کیونکہ قرآن میں معجزہ کا لفظ نہیں آیا۔ آیت کا لفظ ہے مکہ کے منکرین خدا ایسا نشان یا ثبوت مانگتے تھے جس سے ثابت ہو کہ خدا موجود ہے اس لیے قرآن نے سینکڑوں ثبوت دیے ہیں یہ آیات اللہ ہیں بہر حال قرآن نے بار بار کہا ایسا کوئی نظر آنے والا نشان یا معجزہ رسول عربی کو نہیں دیا جائے گا جیسا کہ لوگ مانگتے ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ ان کے اعراض کی پرواہ نہ کریں"۔[6]

یہ حقیقت ہے کہ لفظ معجزہ قرآن میں تو نہیں ہے مگر معجزہ لفظ عجز سے بنا ہے جس کا مادہ، ع۔ج۔ز۔ ہے۔ عجزاً و معجزۃ والمعجزۃ[7]۔ لفظ عجز دراصل القدرۃ کی ضد ہے یعنی جب انسان کسی کام کو کرنے سے قاصر ہو اور اس کیلئے خود کو عاجز جانے۔

اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ۔[8]

ترجمہ: میں اس بات سے بھی قاصر رہا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کے مردہ جسم کو چھپا سکتا۔

گویا لفظ معجزہ جس سے ماخوذ ہے اس کا مادہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ درج بالا آیت سے اس کی توثیق ہوتی ہے۔

کتب سیرت اور تواریخ کے علاوہ قرآن مجید میں بھی آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ذکر موجود ہے جیسا کہ شق قمر:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔[9]

ترجمہ: قیامت کا وقت قریب آ گیا اور چاند شق ہو گیا۔ اگر یہ کافر کوئی نشانی دیکھیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں واقعہ معراج کا صریح ذکر ہے یہ بھی تو حضور اکرم ﷺ کا ایک معجزہ ہے ارشاد ربانی ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔[10]

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں شرح صدر یا شق صدر کا بھی ذکر ہے ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔[11]

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ کیا ہم نے تیرے سینے کو کھول نہیں دیا

غلبہ روم کی پیش گوئی کا ذکر ہے یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ۔[12]

ترجمہ: الٓمّٓ۔ رومی نزدیک کے علاقے میں مغلوب ہو گئے

اس کے ساتھ ساتھ پورا قرآن مجید اور آپ ؐ کی زندگی اُمت مسلمہ کے لیے معجزہ سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بر بنائے حکمت حضور ﷺ کی زندگی میں رونما ہونے والے تمام معجزات کا ذکر قرآن میں نہیں کیا لیکن درج بالا قرآنی حقائق کی توضیح میں محمد اجمل خان عقل کو بھی حتمی معیار قرار دیتے ہیں۔ جبکہ عقل چراغ راہ ہے منزل نہیں محمد اجمل سفر کو منزل سمجھے بیٹھے ہیں۔

معراج واسراء کی عقلی توجیہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو ایسے معجزات عطا فرمائے جو آپ ﷺ سے قبل کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ انہی معجزات نبوی ﷺ میں معراج واسراء آپ ﷺ کی زندگی کا ایک نہایت اہم اور عظیم واقعہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کائنات کے اسرار و رموز اور حقائق سے آگاہ فرمایا ہے۔ معراج واسراء کے متعلق محمد اجمل خان کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

"قرآن مجید میں معراج یعنی آسمان پر عروج کرنے کا ذکر نہیں خواب کی حالت میں مسجد اقصیٰ تک کا سفر کرنے کا ذکر ہے۔ اسی طرح کا یا کسی اور طرح کا خواب کفار کو عاجز نہیں کر سکتا تھا"[13]۔

محمد اجمل خان واقعہ معراج کو حالت خواب کے پس منظر میں ذکر کرتے ہیں جبکہ جمہور علمائے مفسرین، سلف و خلف، فقہا و محدثین، صوفیا کرام اور اولیائے عظام سب کے نزدیک واقعہ معراج آنحضرت ﷺ کو حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ پیش آیا۔ قرآن کریم سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو بیداری کی حالت میں معراج ہوئی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ ۔[14]

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی۔

علامہ شبلی نعمانی واقعہ معراج کے ذیل میں کچھ اس طرح روشنی ڈالتے ہیں: " صحیح بخاری و مسلم، مسند احمد اور احادیث کی دوسری معتبر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ صحیحین کی دو روایتوں کے سوا باقی روایتوں میں خواب کا ذکر مطلق نہیں چنانچہ بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوذر غفاری ؓ کی جو صحیح ترین روایت ہے وہ حضرت انس ؓ کی وہ روایت ہے جو ثابت البنانی کے ذریعے سے ہے۔ دونوں خوابوں کے ذکر سے قطعاً خالی ہیں اس لیے حسب محاورہ عام اس کو بیداری کے معنی میں سمجھنا قطعی ہے"[15]۔

قاضی سلیمان سلمان منصور پوری اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت ابن عباس ؓ کا معراج کے متعلق قول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "حضرت ابن عباس ؓ جو بہترین مفسر قرآن ہیں لغت وادب بھی اور آئمہ عظام میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرا ایمان یہ ہے کہ رسول ﷺ کو معراج حالت بیداری میں اور جسم کے ساتھ ہوئی تھی۔[16]

معراج کا واقعہ حالت بیداری میں پیش آیا نہ کہ عالم خواب میں، اس سلسلے میں قاضی عیاض نے الشفاء میں اور امام نووی ؒ نے

شرح مسلم میں لکھاہے کہ:

اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ إِنَّمَا كَانَ جَمِيعُ ذَلِكَ فِي الْمَنَامِ وَالْحَقُّ الَّذِي عَلَيْهِ أَكْثَرُ النَّاسِ وَمُعْظَمُ السَّلَفِ وَعَامَّةُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ وَالْمُتَكَلِّمِينَ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِجَسَدِهِ ﷺ وَالْآثَارُ تَدُلُّ عَلَيْهِ لِمَنْ طَالَعَهَا وَبَحَثَ عَنْهَا وَلَا يُعْدَلُ عَنْ ظَاهِرِهَا إِلَّا بِدَلِيلٍ وَلَا اسْتِحَالَةَ فِي حَمْلِهَا عَلَيْهِ فَيُحْتَاجُ إِلَى تَأْوِيلٍ ۔[17]

ترجمہ: رسول ﷺ کی معراج میں لوگوں کا اختلاف ہے کہا گیاہے کہ یہ سارا واقعہ خواب میں پیش آیا اور حق بات یہ ہے کہ جس پر اکثر لوگ اور سلف صالحین کا بڑا حصہ اور ائمہ متاخرین میں سے فقہاء محدثین اور متکلمین سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ کو جسم کے ساتھ معراج ہوئی اور جو شخص تمام آثار واحادیث کا غائر مطالعہ اور تحقیق کرے گا اس پر یہ حق واضح ہو جائے گا اور اس ظاہر سے بلا کسی دلیل کے انحراف نہیں کیا جائے گا اور نہ ظاہر پر ان کو محمول کرنے میں کوئی استحالہ لازم آتا ہے جس کی بناپر تاویل کی حاجت ہو۔

درج بالا حالات وواقعات سے یہ بات قرین قیاس اور اقرب الی الحق ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حالت بیداری میں معراج کرائی نہ کہ خواب میں۔

مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی:

مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی برصغیر پاک وہند میں ایک غیر معمولی ذہن کے مالک تھے ہر چیز پر تنقیدی نظر رکھتے تھے لیکن یہ تنقید برائے تنقید نہ تھی بلکہ علمی و تحقیقی ہوتی تھی۔ شاہ محمد جعفر پھلواروی نے اپنے محترم والد کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی سیرت نادر کتاب "پیغمبر انسانیت" میں عقلی اسلوب کو اپنایا ہے۔ ذیل کے چند واقعات سے جعفر شاہ پھلواروی کا عقلی منہج عیاں ہوتا ہے۔

غار حرا میں خلوت گزینی کی وجہ:

جعفر شاہ پھلواروی حضور اکرم ﷺ کی غار حرا میں خلوت گزینی کا سبب اپنے مخصوص عقلی طرز استدلال سے بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: '' قوم کے یہ رجحانات اور معاشرے میں ظلم وستم، برائی اور ہر قسم کی معصیت کے یہ حالات حضور ﷺ کے سامنے تھے۔ مگر اصلاح حال کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان برائی کو دور کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کم از کم اپنے آپ کو برے اثرات سے الگ رکھے۔ بظاہر یہی محرک دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے دل میں کنارہ کشی کا جذبہ پیدا ہوا تاکہ تنہائی میں غور وفکر کر کے اس پیچیدگی کا حل تلاش کیا جائے''۔[18]

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری غار حرا میں حضور اکرم ﷺ کے تحنث کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

''نبی کریم ﷺ کی یہ تنہائی پسندی بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو آنے والے کار عظیم کیلئے تیار کر رہے تھے۔ در حقیقت جس روح کیلئے بھی یہ مقدر ہو کہ وہ انسانی زندگی کے حقائق پر اثر انداز ہو کر ان کا رخ

بدل ڈالے اس کیلئے ضروری ہے کہ زمین کے مشاغل، زندگی کے شور، اور لوگوں کے چھوٹے چھوٹے وہم غم کی دنیا سے کٹ کر کچھ عرصہ کیلئے الگ تھلگ اور خلوت نشین رہے''۔[19]

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل مکہ کے لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ فسق وفجور میں مبتلا تھے اور ان کے شب وروز حضور اکرمؐ کے سامنے تھے گویا خلوت گزینی کا زمانہ نبوت مل جانے سے قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ ایک لحاظ سے یہ نبوت کا دیباچہ تھا۔ معاشرتی خرابیوں کو دور نہ کر سکنے کی وجہ سے اور اپنے آپ کو ان مذموم حرکات وسکنات سے پہلو تہی کی غرض سے غار حرا میں تشریف لے جانا بعید از قیاس ہے کیونکہ اس طرح معاشرہ کی خرابیوں کو دیکھ کر ان سے علیحدہ ہو جانا ایک طرح کی رہبانیت ہے۔ جس کی دین اسلام نے تردید کی ہے۔

خفیہ دعوت و تبلیغ:

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو دعوت و تبلیغ کی جو حکمت عطا فرمائی تھی۔ اس کی روشنی میں منصب نبوت پر سرفراز ہوتے ہی علانیہ طور پر لوگوں کو دعوت دینے کا عمل شروع نہیں فرمایا بلکہ ابتدائی تین سالوں میں چھپ کر دعوت و تبلیغ کا کام کیا مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی خفیہ دعوت و تبلیغ کے متعلق اپنی مجرد عقل کی روشنی میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ: ''سارے سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ تبلیغ دین تین سال تک خفیہ خفیہ ہوتی رہی جس کا مرکز دار ارقم۔ اہل اسلام اپنی نمازیں بھی پہاڑی گھاٹیوں میں یا دوسرے پوشیدہ مقامات میں ادا کرتے تھے۔ خفیہ تبلیغ کے متعلق یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ انداز اہل کفر کے خوف یا اہل اسلام کی بزدلی پر مبنی تھا۔ شجاعت و مردانگی اور حق پرستی کا تو یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ اول روز ہی سے اعلان حق کر دیا جاتا اور کسی طاقت سے کوئی خوف نہ ہوتا خواہ نتیجہ کچھ بھی ہوتا ظاہراً تو صورت حال ایسی ہی نظر آتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ انداز خفا مبنی بر خوف نہ تھا بلکہ تقاضائے حکمت تھا۔ زندگی میں بے شمار مراحل ایسے آتے ہیں کہ جب دو قدروں کا باہم ٹکراؤ ہو جاتا ہے اور وہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ کسی ایک کو مقدم اور دوسرے کو موخر کرنا پڑتا ہے اور اسی تقدیم و تاخیر میں انسانی عقل و فراست امتحان میں پڑ جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت نے ان دو چیزوں یعنی جرأت مندانہ اعلان اور حکیمانہ پوشیدگی میں سے انفع و اصلح کو اختیار فرمایا۔ اظہار شجاعت کا موقع ہر وقت نہیں ہوتا''۔[20]

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اخفائے دعوت و تبلیغ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی اختیار کردہ حکمت عملی کے متعلق رقم طراز ہیں کہ: '' ان ستم رانیوں کے مقابل حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ رسول اللہ مسلمانوں کو قولاً اور عملاً دونوں طرح اسلام کے اظہار سے روک دیں اور ان کے ساتھ خفیہ طور پر اکٹھے ہوں، لہٰذا حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ دعوت و تبلیغ کا کام پس پردہ کیا جائے''۔[21]

مولانا مودودی خفیہ تبلیغ کی حکمت کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''ابتدائی تین سال تک آپ ﷺ خفیہ طریق سے اسلام کو ان سعید روحوں تک پہنچاتے رہے جو محض دلیل و برہان اور تفہیم و تذکیر سے توحید کو قبول کرنے اور شرک کو چھوڑ دینے پر آمادہ ہو سکتی تھیں اور اس کے ساتھ جن پر اعتماد کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس تحریک کو اس وقت تک راز میں رکھیں گی جب تک اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہادی

برحق اعلان عام اور واشگاف دعوت الی اللہ شروع کردینے کا فیصلہ نہ فرمائیں"۔[22]

خلاصہ بحث یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابتدائی تین سالوں میں دعوت و تبلیغ کے کام کو بڑی رازدارانہ اور بصیرت کے ساتھ کیا اور حکمت کا تقاضا بھی یہی تھا۔اس لیے کہ جہالت وضلالت میں ڈوبی ہوئی قوم کے سامنے برملا دعوت الٰہی کا کام کرنے سے ان کی عصبیت جاہلیہ پر کاری ضرب پڑی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پیغمبرانہ فراست سے کام لیتے ہوئے دعوت دین کا حکم پوشیدہ طور پر ادا کیا۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ لوگ اس دعوت پر لبیک کہنے لگے۔اور مسلمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

تعدد ازدواج اور فکر پھلواروی:

مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی حضور اکرم ؐ کی ازدواجی زندگی کے متعلق اپنے مخصوص عقلی انداز میں رقم طراز ہیں:

"حضور اکرم ﷺ کی اصل ازدواجی زندگی حضرت خدیجہ ؓ سے وابستہ رہی ہے۔ باقی جتنی ازدواج مطہرات آئی ہیں وہ دوسرے مصالح کے تحت آئی ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ بجز خدیجہ ؓ اور ماریہ ؓ کے کسی بطن سے حضور ﷺ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، حالانکہ حضور ﷺ صحت جسمانی میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور ازواج بانجھ نہ تھیں"۔[23]

یہ بات تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اولاد حضرت خدیجہ ؓ اور ماریہ قبطیہ ؓ سے عطا فرمائی اور باقی ازواج مطہرات سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صاحب اولاد نہیں فرمایا اس میں خالق کائنات کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہو گی کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۔[24]

ترجمہ: زمین اور آسمان میں بادشاہت اللہ کی ہے جو چاہے پیدا کرے جس کو بیٹیاں دے اور جس کو چاہئے بیٹے عطا کرے، یا جس کو چاہے دونوں دے اور جس کو چاہے بانجھ رکھے وہ سب کچھ جانتا ہے اور کر سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی صرف حضرت خدیجہ ؓ تک محدود نہ تھی بلکہ تمام ازواج مطہرات سے تھی۔ آپ ﷺ اس پاکیزہ رشتہ سے منسلک تھے کیونکہ ازدواجی زندگی کا تعلق نکاح سے شروع ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات سے نکاح فرمایا اور سب کے ساتھ خلوت بھی فرمائی۔آپ ﷺ باقاعدگی کے ساتھ جب جس زوجہ مکرمہ کے ہاں باری ہوتی آپ ﷺ وہاں ان کے گھر تشریف لے جاتے اور آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کے ساتھ ایسی کامیاب اور بے مثال زندگی بسر کی ہے۔

الغرض حضور ﷺ کا ازدواجی زندگی کا تعلق نہ صرف حضرت خدیجہ ؓ سے تھا بلکہ تمام ازواج کے ساتھ یکساں حیثیت سے تھا اور آپ نے تمام کے ساتھ ایک مثالی شوہر کی حیثیت سے زندگی بسر کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ ؓ اور ماریہ ؓ قبطیہ ؓ کے علاوہ کسی اور سے آپ ﷺ کو صاحب اولاد نہیں کیا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت تھی۔

غلام احمد پرویز:

پاکستان میں فتنہ انکار حدیث کی سرپرستی اور آبیاری غلام احمد پرویز نے کی۔ حضور ﷺ کی سیرت پر ''معراج انسانیت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ سیرت کے واقعات کو آپ نے آئینہ قرآن میں لکھنے کے ساتھ ساتھ عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ سیرت کے حوالے سے آپ کے چند تفردات درج ذیل ہیں:

اطاعت رسول اللہ کی مجرد عقلی توجیہ:

ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا جہاں دِل و جان سے اقرار کرتا ہے وہاں پر رسول اللہ کی اطاعت بھی اس کیلئے ناگزیر بن جاتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ [25]

ترجمہ: جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اطاعت رسول اللہ کے متعلق غلام احمد پرویز کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ: ''اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کی دو الگ الگ اطاعتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرآن کے ذریعہ اور رسول اللہ کی اطاعت احادیث کے ذریعہ سو اول تو یہ بنیاد ہی صحیح نہیں قرآن کی تعلیم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اطاعت صرف خدا کی کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کسی اور کی نہیں''[26]

درج بالا اقتباس میں غلام احمد پرویز نے اپنی عقلی بساط کے زعم پر بغیر کسی دلیل کے یہ بات کہہ ڈالی ہے کہ مسلمان اللہ کی اطاعت سے مراد قرآن کی اطاعت لیتے ہیں اور رسول ﷺ کی اطاعت سے مراد احادیث کی اتباع جبکہ حقیقت میں مسلمانوں میں اللہ اور رسول کی الگ الگ اطاعت کا کوئی تصور ہے ہی نہیں بلکہ رسول ؐ اللہ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت عبارت ہے، قرآن اور اُسوہ حسنہ، سے اس طریق اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت کا کوئی تصور ہی مسلمانوں میں موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول کی اطاعت عام ہے اور اللہ یا کتاب اللہ کی اطاعت عام نہیں بلکہ خاص ہے۔ کتاب اللہ میں احکام بہت تھوڑے اور مجمل ہیں اطاعت رسول سے ہی کتاب اللہ کے احکام کی بجاآوری ممکن ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اطاعت رسول ؐ کا ہی اصولی طور پر حکم دیا گیا ہے اور بتادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو رسول کی اطاعت سے ہی ممکن ہے اور رسول کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت شامل ہے۔ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس میں صرف اطاعتِ رسول کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۔[27]

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اللہ کی اطاعت تو احکام خداوندی کے سامنے سر خم تسلیم کرلینا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت سے مراد رسول خدا کی فرمانبرداری کے ساتھ احکام

الٰہی کو آنحضرت ﷺ کے طریقے پر پورا کرنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے تعدّد ازدواج پر غلام احمد پرویز کی خود ساختہ عقلی توجیہ:

تعدد ازواج کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن پر مغربی دانشور اور مفکرین مختلف طریقوں سے اپنے تحفظات کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں برصغیر پاک وہند کے عقل پرست مفکر جو مغربی تہذیب سے ذہنی طور پر مرعوب ہیں۔ تعدد ازواج کے سلسلے میں اہلِ مغرب کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں چنانچہ غلام احمد پرویز حضور ﷺ کے تعدد ازواج کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ: "قرآنی تحدید (4 کی حدبندی) کی روشنی میں یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کی تعداد (ازواجِ مطہرات) ایک وقت میں چار سے زیادہ نہیں تھی"[28]

رسالہ "طلوع اسلام" میں غلام احمد پرویز کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ: "اس ضمن میں اس اصولی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ نبی ﷺ قرآن پر عمل کرنے اور کرانے کیلئے تشریف لائے تھے لہٰذا ہم ایک ثانیہ کیلئے بھی اس کا تصور نہیں کرسکتے کہ حضور ﷺ کا کوئی عمل یا ارشاد (معاذاللہ) قرآن کے خلاف ہوگا۔ اگر ہمیں تاریخ میں کہیں کوئی ایسی بات ملتی ہے تو ہمیں بلا تامل کہہ دینا ہوگا یہ غلط ہے۔ عام طور پر تاریخ میں یہی ملتا ہے کہ رسول اللہ کی نو ازواج مطہرات تھیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نو کی تعداد مجموعی تھی لیکن ایک وقت میں آپ ﷺ کی بیوی ایک ہی تھی لیکن اگر یہ درست ہو کہ ایک وقت میں آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد نو تھی تو اُسے ماننا پڑے گا کہ یہ شادیاں قرآن کا حکم آنے سے پہلے عرب کی عام معاشرت کے مطابق ہوئی ہوں گی"[29]

غلام احمد پرویز کی یہ خود ساختہ توجیہ کہ حضور ﷺ کی متعدد شادیاں قرآن مجید کے حکم آنے سے قبل عرب کے معاشرے میں رائج الوقت رسم ورواج کے مطابق ہوئی ہوں گی بے سود ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ محض اپنی منشاء سے کوئی ایسا کام نہیں کرسکتے تھے جب تک خالق کائنات نے اس کی اجازت نہ دی ہو۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔[30]

ترجمہ: وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

اور یہ بات اقرب الی الحق ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں تو صرف دو اُمہات المومنین حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں جو تحدید کا حکم ارشاد فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا۔[31]

ترجمہ: اور اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کرلو۔ اوور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر

سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے)۔ یا لونڈی جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

چار بیویوں کی بیک وقت اجازت افرادِ اُمت کیلئے ہے۔ اس تحدید سے بالا تر ہو کر تعدد ازواج کو اختیار کرنا نبی کریم ﷺ کی وہ خصوصیت ہے جس میں افرادِ اُمت آپ کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔[32]

ترجمہ: یہ رعایت خالصتاً تمہارے لیے ہے، دُوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔

معجزاتِ نبوی ﷺ کی عقلی توجیہہ:

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر حرف گیری کرنا مستشرقین اور مغربی اہل دانش کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ معجزات چونکہ ماوراء العقل ہوتے ہیں۔ اور انسانی حواس ان کا ادراک کرنے سے قاصر رہتے ہیں، بنا بریں مغربی دانشوروں نے اس ضمن میں بے سروپا اور بے بنیاد خامہ فرسائی کی ہے۔ ہمارے روشن خیال اور متجدد اہل علم بھی ان کے ہمنوا بن گئے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی انہی کے رنگ و آہنگ میں و سیرت نبوی ﷺ کا نقشہ پیش کرنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ غلام احمد پرویز معجزات نبوی کے متعلق کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ کے مخاطبین یہی مطالبہ حضور ﷺ سے کرتے تھے اور خدا کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی زبانی اس کا یہ جواب ملتا تھا کہ میرا معجزہ تو بس یہی کتاب ہے۔ اس کے سوا مجھے کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مخاطبین کی طرف سے یہ مطالبہ اور حضور ﷺ کی طرف سے اس جواب کو دہرایا گیا ہے''۔[33]

غلام احمد پرویز نے معجزات نبوی کے متعلق جو بات کی ہے اگر اس کو قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں تو واضح ہوتا ہے۔ کہ ان کی بات بے بنیاد ہے، چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۔[34]

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں ہم اس وقت تک تیری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جب تک تو اس قسم کے معجزے نہ دکھا دے مثلاً تو اشارہ کرے اور زمین سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑے۔

معجزات کے بارے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ ضروری نہیں کہ منکرین نبوت نبی سے مطالبہ کریں کہ ہمیں معجزات دکھاؤ اور اللہ پاک اپنے نبی کے ذریعے معجزات دکھا کر انہیں مطمئن کر دے۔ بلکہ جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے وہ ایسا کر دکھاتا ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مؤمنین صادقین نے کبھی بھی معجزات کا مطالبہ نہیں کیا وہ تو حکم رسول پر آمنا و صدقنا کہنے والے درج بالا آیت میں منکرین حق کے ناجائز مطالبے کا ابطال کیا گیا ہے اور نبی مکرم ﷺ کے منصب نبوت کے اصلی مقصد کو بیان کر دیا گیا ہے۔ غلام احمد پرویز مزید اس طرح لکھتے ہیں کہ: ''اے رسول ﷺ پہلے تو تم اسے کہو کہ تمہارا خدا کے متعلق یہ تصور ہی باطل ہے اور اس کے بعد ان سے کہو کہ تمہارا یہ عقیدہ بھی غلط ہے کہ خدا کے رسول کو فوق البشر ہونا چاہیے بلکہ میں (محمد ﷺ) تو

صرف ایک انسان ہوں اور وہ بھی بالکل تمہارے جیسا انسان، اس لیے اس قسم کے خلاف فطرت واقعات، نہ تو خدا ہی ظہور میں لائے گا اور نہ ہی میں انہیں اپنی طرف سے پیش کر سکوں گا کہ میں ایک انسان ہوں اور کسی انسان کو اس کی قوت اور اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے قوانین کو توڑ سکے"[35]۔اس اقتباس میں غلام احمد پرویز نے معجزات نبوی ﷺ کے متعلق اپنی فہم و فراست کی روشنی میں فلسفیانہ گفتگو کی ہے وہ حقیقت کے قریب تر نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کفارِ مکہ کے مطالبات کے جواب میں جو کچھ رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے کہا گیا وہ بیش از بیش اس کے سوا کچھ نہیں کہ رسولِ خدا ﷺ تمہارے پسندیدہ معجزات پیش نہیں کر سکتے نہ یہ کہ وہ مطلق کوئی معجزہ پیش کر ہی نہیں سکتا۔

خلاصہ بحث:

اسلام میں عقلی استدلال کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ لیکن عقل کو وحی کے تابع رکھا گیا ہے۔آزادانہ عقلی استدلال کی بجائے حدود شریعہ کے اندر رہتے ہوئے عقل کا استعمال ایک نعمت عظمٰی ہے اور وحی کی روشنی میں انسان کا یہ جوہر عقل سلیم اور وحی کی روشنی سے محروم عقلی استدلال ایک گمراہی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں محض عقل کی بنیاد پر سیرت نگاری کا یہ سلسلہ جمہور امت کیلئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اسلام عقل و نقل کا حامل امتزاج ہے اور سیرت نگاری کا یہ اسلوب نقل کی بجائے محض عقل پرستی کے مدار پر قائم ہے جس طرح ایک پر کا پرندہ پرواز نہیں کر سکتا اسی طرح شریعت کی قائم کردہ حدود و قیود سے ہٹ کر عقل کا استعمال ایک گمراہی ہے اور بنیاد کے بغیر عمارت تعمیر کرنے کے مترادف ہے۔

حوالہ جات

---

[1]ندوی، معین الدین، خلفائے راشدین، ادارہ اسلامیات، انار کلی، لاہور، 1980، ص290

[2]طارق، صادق حسین، سر سید احمد خان اوران کے افکار، فکر و نظر، اکتوبر 1979ء، ج71 شمارہ نمبر3، ص47

[3]چراغ علی، مولوی، تحقیق الجہاد، کلکتہ پریس، 1880ء ص78

[4]ایضاً ص187

[5]التین 95 :4

[6]محمد اجمل خان، پروفیسر، سیرت قرآنیہ، رسول عربی، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور، 2001ء، ص681

[7]الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ، دار العلم للملایین، بیروت، 1983ء، ج3، ص883

[8]المائدہ5:31

[9]القمر54: 2-1

[10]بنی اسرائیل:17:1

11 الانشراح 1:94

12 الروم 30: 1,2,3

13 سیرت قرآنیہ، ص683

14 بنی اسرائیل 17: 1

15 نعمانی، شبلی، مولانا، سیرت النبیؐ، میوآرٹ پریس، لوئر مال لاہور، 1995ء، جلد3، ص239

16 منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، سلمان، رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور، اکتوبر 2010، ج3، ص137

17 نووی، علامہ، یحییٰ بن شرف، شرح مسلم، باب الاسرا، نور محمد اصح المطابع کراچی، 1998، ص179

18 پھلواروی، محمد جعفر شاہ، مولانا، پیغمبر انسانیت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2006ء، ص30

19 مبارک پوری، صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور، جولائی 1997، ص96

20 پیغمبرِ انسانیت، ص54

21 الرحیق المختوم، ص130

22 مودودی، سیرت سرورِ عالم، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1979، ج2، ص154

23 پیغمبرِ انسانیت، ص22

24 شوریٰ 42: 49-50

25 النساء، 4: 80

26 پرویز، غلام احمد، مقام حدیث، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، 1964، ص63

27 النور، 24: 56

28 پرویز، غلام احمد، تفسیر مطالب الفرقان، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور 1999ء، ج3، ص348

29 طلوع اسلام، 14 مئی 1955، ص، 13

30 النجم، 53: 3

31 النساء، 4: 3

32 الاحزاب 33: 50

33 پرویز، غلام احمد، معراجِ انسانیت، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، 2002ء، ص469

34 بنی اسرائیل، 17: 90

35 پرویز، تفسیر مطالب الفرقان، جلد اول، ص، 310

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.